قاضی القضاۃ مولانا نجم الدین علی خاں علوی ثاقبؔ کاکوروی

سلطنتِ مغلیہ کا آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت قائم ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود وہ مسلمانوں کے مذہبی جوش و خروش سے گھبرائے ہوئے اور خوف زدہ تھے۔ انھیں ایسے فاضل علمائے حق شناس کی تلاش تھی جو "مسلم پرسنل لا" کو رائج کر کے مسلمانوں کے فقہی مسائل کو ان کے اطمینانِ قلب کے مطابق نافذ کر سکیں۔ اس عہد کا ہندوستان اپنے علم و فضل میں مشہور تھا۔ خصوصاً صوبۂ اودھ کا تو ہر ہر قصبہ اپنا ایک مقام رکھتا تھا۔ چنانچہ ان کی اسی صوبے کے مشہور و مردم خیز قصبہ کاکوری کے ایک عالمِ دین پر نظر پڑی اور انھیں قاضی القضاۃ کا منصب عطا کیا گیا۔ ان کا کام قرآن و حدیث اور فقہ کے ائمۂ اربعہ کے فتاویٰ کی روشنی میں مسلمانوں کے مذہبی معاملات کے فیصلے کرنا تھا۔ اس عالم و فقیہ کو قاضی القضاۃ مولانا نجم الدین علی خاں علوی بہادر اشرف جنگ ثاقبؔ کاکوروی کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

عہدِ اکبری سے قصبہ کاکوری (ضلع لکھنؤ) میں علویوں کے دو ممتاز خاندان آباد ہیں جن میں سے ایک خاندان مخدوم زادگان کا ہے جس کا سلسلۂ نسب حضرت مخدوم نظام الدین القاری المعروف بہ شاہ بھکاری رحمۃ ا... کے توسط سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ دوسرا خاندان ملک زادوں (مولوی زادوں) کا ہے جس کے نسب کا سلسلہ ملک بہاء الدین کیقباد بن ملا ابوبکر جامی سے ہو کر حضرت علی پر منتہی ہوتا ہے۔ مذکورہ دونوں خاندانوں میں ہر دور میں بڑے بڑے مشاہیر، فضلا، علما، فقرا اور اربابِ دولت و ثروت اور صاحبانِ دل پیدا ہوئے ہیں۔

نام و نسب

قاضی القضاۃ نجم الدین علی خاں ملک زادگان کے اس گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جس کے اسلاف جز... باعثِ رشک ہوئے اسی قدر اس کے اخلاف قابلِ فخر ہوئے ہیں۔ سلسلۂ نسب ۳۰ واسطوں...

علی مرتضیٰؓ تک اس طرح پہنچتا ہے۔ نجم الدین علی خاں ثاقب (۱) بن ملا حمید الدین محدثؒ (۲) بن ملا قاضی الدین شہید (۳) بن ملا محمد غوث (۴) بن ملک ابوالخیر (۵) بن ملک عبدالغفار معروف بہ ملک ابوالمکارم (۶) بن ملک عبدالسلام (۷) بن ملک مٹھے (۸) بن ملک حافظ چاند (۹) بن ملک حسام الدین (۱۰) بن ملک نظام الدین (۱۱) بن ملک بہار الدین کیقباد (۱۲) بن ملا ابوبکر جامی[۱] (۱۳) بن خواجہ درویش علی محمد (۱۴) بن خواجہ شیخ احمد جام زندہ فیل (۱۵) بن خواجہ شیخ جامی (۱۶) بن خواجہ ابوطالب جامی (۱۷) بن خواجہ محمد شاہ جامی (۱۸) بن خواجہ محمد رضا جامی (۱۹) بن خواجہ موسیٰ جامی (۲۰) بن خواجہ عمران جامی (۲۱) بن خواجہ عثمان (۲۲) بن خواجہ ابوحنیف (۲۳) بن خواجہ اسفندیار (۲۴) بن خواجہ ابوالحسن کوفی (۲۵) بن خواجہ ابوتراب (۲۶) بن خواجہ محمد رضی کوفی (۲۷) بن خواجہ محمد (۲۸) بن حضرت ابوالقاسم (۲۹) بن حضرت محمد ابن الحنفیہ (۳۰) بن حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ۔

ولادت اور تعلیم

آپ کی ولادت ۱۵ ربیع الاول ۱۱۵۷ھ / ۱۷۴۴ء کو کاکوری میں ہوئی۔ مادۂ سال ولادت کسی نے نجم ثاقب نکالا[۲]

تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد ملا حمید الدین محدث (۱۲۱۵ھ / ۱۸۰۰ء) ملا حسن فرنگی محلی اور مولوی غلام یحییٰ بہاری سے حاصل کی۔ بچپن ہی سے بڑے ذہین و طباع تھے۔ صاحب سفر نامۂ لندن رقم طراز ہیں کہ:
"پندرہ برس کی عمر میں معقولات و منقولات کی کتابوں سے فارغ التحصیل ہوئے[۳] علم حدیث کی سند شیخ ابوالحسن سندی سے حاصل تھی[۴] صاحب نزہۃ الخواطر نے ان کے بارے میں جو الفاظ تحریر فرمائے ہیں، ان کا ترجمہ یہ ہے:

---

[۱] ملا ابوبکر جامی کی شادی ملک اسعد الدین سالاری وزیر اعظم سلطان حسین شرقی فرماں روائے سلطنت جونپور کی بیٹی کے ساتھ ہوئی جس کے بطن سے بہار الدین کیقباد پیدا ہوئے۔ اس وقت سے ننہیالی نسب کے لحاظ سے ان کا لقب ملک قرار پایا۔ اسی بنا پر ان کی اولاد ملک زادے کہلائی۔

[۲] باقیات الصالحات۔ مولوی ممتاز الدین حیدر (مخطوطہ)

[۳] سفر نامۂ لندن۔ مسیح الدین خاں بہادر سفیر شاہ اودھ (مخطوطہ) : ۳۶۴

[۴] تذکرہ مشاہیر کاکوری۔ حافظ شاہ علی حیدر قلندر، ص ۳۰۷

شیخ ، فاضل ، بزرگ قاضی نجم الدین بن حمید الدین بن غازی الدین بن محمد غوث کاکوروی ۔ قاضی القضاۃ نجم الدین علی خاں ہندوستان کے مشہور علما میں سے تھے ۔ ۱۵ ربیع الاوّل ۱۱۵۷ھ کو کاکوری میں پیدا ہوئے ۔ کچھ عرصہ اپنے والد سے علم حاصل کیا ، پھر شیخ عبدالرشید جون پوری سے جو لکھنؤ میں مدفون ہیں ، اور شیخ غلام یحییٰ بن نجم الدین بہاری اور ملا حسن بن غلام مصطفےٰ لکھنوی سے تحصیل علم کیا اور شاید فنون ریاضی کا اکتساب علامہ تفضل حسین کشمیری (م ۱۲۱۵ھ) سے کیا تھا[۵۵]

یوں تو تمام علوم و فنون میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے لیکن علم جفر ، رمل اور ریاضی میں بڑی دستگاہ تھی ۔ سفرنامہ مولوی مسیح الدین خاں بہادر سفیر شاہ اودھ[۵۶] کے مندرجہ ذیل واقعے سے آپ کی علمی قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے :

" نواب شجاع الدولہ (۱۷۵۶ تا ۱۷۷۵ء) کو خود علم جفر کا بڑا شوق تھا ۔ انھیں اتفاق سے اس فن میں حکیم ماشاء اللہ خاں سے ایک کتاب مل گئی تھی جسے نواب نہایت عزیز رکھتے تھے ۔ چنانچہ اس کی تصحیح کے لیے علمائے فیض آباد و بیرون جات مقرر ہوئے ، مگر کسی سے اس کی صحت نہ ہو سکی ۔ قاضی القضاۃ صاحب بھی اس کی تصحیح کے واسطے طلب کیے گئے ، چنانچہ انھوں نے محض یادداشت پر اس کی تصحیح شروع کر دی اور ساتھ ہی ساتھ ایک بسیط شرح بھی لکھنی شروع کی ۔ خود نواب موصوف روزانہ اس کو آکر دیکھتے اور بہت خوش ہوتے تھے ۔ اکثر یہ ہوتا کہ نواب کو آتے دیکھ کر یہ تعظیماً کھڑے ہوتے ، مگر وہ باصرار ان کو بٹھا دیتے اور خود کھڑے ہو کر ان کا کام دیکھتے رہتے تھے ۔ نواب نے اپنی تخت نشینی کے بعد یہ طے کر لیا تھا کہ اب کسی کو معافی نہ دی جائے گی ، چنانچہ جن جن اشخاص کو معافی دی گئی تھیں وہ بھی ضبط کر لی گئیں ۔ ملا حمید الدین محدث کاکوروی کو بھی ایک موضع موسومہ ... دیا گیا "

---

[۵۵] نزہۃ الخواطر ، ج ۷ ، ص ۴۹۷

[۵۶] حاجی مسیح الدین خاں (بن قاضی علیم الدین خاں بن قاضی القضاۃ نجم الدین علی خاں) سفیر شاہ اودھ و میر منشی گورنر جنرل بہادر (م ۱۲۹۹ھ) کا یہ سفرنامہ اس عہد کے اودھ کی حالت اور انگریزوں کے مستند و دلچسپ حالات میں ایک نادر و نایاب مخطوطہ ہے ۔ چودہ سو صفحات پر مشتمل یہ مخطوطہ پانچ ابواب پر منقسم ہے جس کے ایک باب میں مؤلف موصوف نے اپنے اہل خاندان کے حالات تحریر کیے ہیں ۔

معزول ہوا تھا وہ بھی ضبط ہو گیا۔ قاضی القضاۃ صاحب نے اپنے حسن خدمت اور کارگزاری کو پیش نظر رکھتے ہوئے معافی کی درخواست دی۔ بظاہر اس موضع کی واپسی کی کوئی صورت نہ تھی لیکن نواب نے ان کی لیاقت ذاتی اور حسن عمل کی بجائے وہ موضع دوبارہ معافی میں دے دیا۔ چنانچہ یہ معافی کا پروانہ لے کر گھر آئے اور حسب دستور سابق درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔[۵۷]

قاضی نجم الدین علی خاں کے علم و فضل اور کمال کا شہرہ سن کر الماس علی خاں نے اپنے مدرسے کا منصب مدرسی قبول کرنے کو کہا جسے انھوں نے قبول کر لیا۔

"آغاز تیرھویں صدی ہجری میں منجانب ایسٹ انڈیا کمپنی جب عہدہ قاضی القضاتی کے تقرری کی تجویز کلکتہ میں ہوئی تو اس زمانے میں علامہ تفضل حسین خاں نے (جو آصف الدولہ بہادر ۱۷۷۵ء تا ۱۷۹۷ء) کے وقت میں کلکتہ میں سفیر تھے، ان کے فضائل و کمالات علمی کا تذکرہ نواب گورنر جنرل بہادر سے کیا، اس وقت اس عہدہ کا تقرر سرکار انگریزی میں درپیش تھا۔ بہت سے علما کے نام پیش تھے، خوش قسمتی سے یہی منتخب ہو کر ممالک محروسہ سرکار کمپنی کے اول قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔"[۵۸]

"انگریزوں نے ان کی صلاحیتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے عہدہ قاضی القضاتی کے واسطے مقرر کیا، چنانچہ علامہ تفضل حسین خاں نے ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء میں گورنر جنرل بہادر کے حکم سے تقرری کا خط بھیجا لیکن والد ماجد نے لائق و فائق بیٹے کو اتنی دور کلکتے نہ جانے دیا۔ مگر پھر جب علامہ موصوف نے بہت اصرار کیا تو اجازت دے دی، چنانچہ آپ کلکتے پہنچے، اس زمانے میں سرجان شور گورنر جنرل تھے، وہ استقبال کے لیے آئے، پالکی سے خود اُتارا اور باقاعدہ معانقہ کیا۔ آپ جب تک وہاں رہے بڑی عزت و احترام کے ساتھ رہے۔ گورنر جنرل عیدین کے مواقع پر خود آتے اور معانقہ کرتے تھے۔"[۵۹]

باوجودیکہ آپ ایسے منصب پر فائز تھے کہ درس و تدریس کا موقع نکالنا مشکل ہوتا تھا، لیکن کلکتے کے

---

۵۷ سفرنامہ لندن، ص ۳۶۴۔۵

۵۸ تذکرۂ مشاہیر کاکوری، ص ۳۳۳

۵۹ سفرنامہ لندن، ص ۳۰۱

دوران قیام میں آپ نے یہ مشغلہ برابر جاری رکھا۔ چنانچہ صاحب تذکرہ علمائے ہند آپ کے حالات میں یوں لکھتے ہیں کہ:

بمنصب القضی القضاۃ کلکتہ ممتاز بود مع ہذا تدریس وافادہ طلبہ علوم بغایت می کوشید۔[10]

باوجودیکہ کلکتہ کے قاضی القضاۃ کے منصب پر ممتاز تھے لیکن درس و تدریس اور طالبان علم کے افادہ کے لیے کوشاں رہتے۔

ہندوستان کے تمام صوبوں اودھ، الہ آباد، اکبرآباد، اوڑیسہ، بنگال اور بہار و ڈھاکہ وغیرہ تمام جگہوں پر آپ کے ہی فتوے پر مسلمانوں کے فیصلے ہوتے تھے۔ ۲۵ سال عہدہ قاضی القضاتی پر رہے اور نہایت خوبی سے اپنے فرائض منصبی انجام دیے اور اس کے بعد بہ سبب کبر سنی اس عہدے سے مستعفی ہوئے۔[11]

فولاہ القضاء الاکبر فاستقل بہ خمساً وعشرین سنۃ۔[12]

گورنر جنرل نے ان کو قاضی القضاۃ بنایا، اس عہدے پر وہ پچیس سال فائز رہے۔

نواب علی حسن خاں سلیم تذکرۂ صبح گلشن میں لکھتے ہیں:

"ثاقب القضی القضاۃ محمد نجم الدین خاں بہادر رئیس قصبہ کاکوری کہ بہ فاصلہ پنج کروہ از بیت الحکومت لکھنؤ واقع است۔ وایں قصبہ دراں نواح جماعت ارباب فضل وکمال و مردم خوش رفتار و نیکوکردار و سنجیدہ مقال را حاوی و جامع بود۔ والد ماجدش مولانا حمید الدین در علوم ظاہری و باطنی از اقران و اشال قصب السبق می ربود و جد بزرگوارش ملا محمد غوث فضائل پناہ وکمالات دستگاہ و در علم حدیث اُستاد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ بود و خودش کہ نجم ثاقب سماء دین و دولت است بر اکثر فواضل خلقی و خلقی و علوم عقلی و نقلی و موزونی طبع و سلیقۂ سخن سنجی احتوا داشت و در صدارت عالیہ کلکتہ بعلو شان و سمو مکانش احدے از ارباب علم قدم بر مقعد القضی القضاتی نہ گذاشت پایان عمر از عمر قضا دست کشید و بہ وظیفہ بلا شرط خدمت مبلغ سہ صد روپیہ مشاہرہ قناعت ورزیدہ از شہر کلکتہ بعزم وطن رخت کشید در اثنائے راہ ہمیں کہ بہ بلدہ بنارس رسید از عالم قدس ندائے ارجعی الی ربک شنید ناچار بہ تقاضائے اجل موعود صوب وطن توجہ نمود سنہ تسع و عشرین و مأتین

---

[10] تذکرۂ علمائے ہند، ص ۲۳۳

[11] سفرنامہ ص ا-۳۷۰

[12] نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۳۹۸

والف سال این واقعہ بود دیا[13]

"ثاقب قاضی القضاۃ محمد نجم الدین خاں بہادر لکھنؤ سے دس میل قصبہ کاکوری کے رئیس تھے۔ قرب وجوار کے تمام قصبات سے زیادہ یہاں صاحبانِ فضل وکمال ، مردم خوش رفتار ، نیک کردار ، سچے لوگ تھے۔ آپ کے والد ملا حمید الدین علوم ظاہری و باطنی میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ دادا ملا محمد غوث صاحب فضل وکمال اور علم حدیث میں شہنشاہ عالمگیر کے استاد تھے۔ اور آپ دنیاوی و دینی امتیاز سے نجم ثاقب تھے۔ اخلاق و کردار ، علوم عقلیہ و نقلیہ ، موزوں طبع و سخن سنجی میں ممتاز تھے۔ کلکتہ میں کوئی بھی اہل علم آپ کے مرتبہ قاضی القضاتی پر نہ پہنچا۔ آخر عمر میں عہدۂ قضا سے مستعفی ہو کر تین سو روپیہ ماہوار پنشن قبول کر کے قناعت کی زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا۔ کلکتہ سے وطن روانہ ہوئے ، راستے میں بنارس کے قریب گویا عالم قدس سے یہ آواز سنی کہ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف چلا چل ، ناچار اجل موعود کے تقاضے سے وطن اصلی کی طرح رخ پھیرا۔ یہ واقعہ ۱۲۲۹ھ کا ہے۔

لیاقت اور حسن انتظام کی بنا پر آپ کی وفات کے بعد اعزاز خطاب اور کل تنخواہ بہ طور پنشن ملی اور پھر آپ کی اہلیہ کو وہ پنشن ملتی رہی[14]

... جنرل بہادر کے اس تعزیتی خط سے آپ کی وہ قدر و منزلت جو اُن کے دلوں میں تھی مترشح ہوتی ہے۔
... آپ کے شوہر قاضی القضاۃ بہادر کی وفات کا صدمہ سرکار دولت مدار کمپنی کو آپ سے کم نہیں ہوا ... جس نے ایسے اپنے متمول لائق شخص اور فاضل بے بدل کو گم کیا ، چونکہ کارخانۂ قضا و قدر میں بجز صبر اور تسلیم کے کوئی چارہ نہیں یقین ہے کہ آپ از راہِ صبر شکیبائی اختیار کریں گی ، اگرچہ آپ کے چاروں بیٹے[15] اعلیٰ عہدوں پر نوکر ہیں ، آپ کو اپنی بسر بردِ اوقات میں احتمال تکلیف کا نہیں ، مگر سرکار نے براہ قدردانی و نام آوری آپ کے شوہر کے ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار آپ کی پنشن تا عین حیات مقرر کی ہے۔[16]

---

[13] تذکرہ صبح گلشن ، نواب علی حسن خاں سلیم ، ص ۹۰

[14] بیاض ڈپٹی امیر حسن صدیقی کاکوروی (مخطوطہ) ، ص ۲۸۲

[15] چاروں بیٹے یعنی ممتاز العلما قاضی محمد سعید الدین خاں بہادر ، مفتی حکیم الدین خاں ، قاضی علیم الدین خاں ، مفتی خلیل الدین خاں بہادر سفیر شاہ اودھ۔

[16] یہ پنشن پابندی سے آپ کی اہلیہ کو ۱۲۰۰ھ ، ان کی زندگی تک ملتی رہی۔ دیکھیے سفرنامہ لندن ، ص ۳۷۲۔

بیعت

قاضی نجم الدین سلسلۂ قادریہ قلندریہ میں حضرت کمید عرفان سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی (م ۱۱۹۶ھ) سے بیعت تھے ۔ گویا آپ اور بانی خانقاہ کاظمیہ کاکوری حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر علوی (م ۱۲۲۱ھ) ایک ہی شیخ سے وابستہ تھے۔

وفات

کلکتہ سے مستعفی ہو کر وطن آنے کا قصد کیا۔ چنانچہ وہاں سے روانہ ہوئے، راستے میں بیمار پڑے اور بنارس پہنچ کر یکایک ۳ ماہ ربیع الاوّل بروز سہ شنبہ ۱۲۲۹ھ کو ۷۲ سال ۱۱ ماہ ۱۹ یوم کی عمر میں وفات پائی، چونکہ وصیت تھی کہ میری نعش منتقل نہ ہو لہذا وہیں باغ فاطمان میں دفن ہوئے [۱۷]

غالباً تذکرہ علمائے ہند اور نزہۃ الخواطر کے مولفین کا مرجع مجمع العلما منظور الدین خاں علوی رخطوطہ، ہے، اسی لیے صاحب نزہۃ الخواطر نے تحریر کیا ہے:

مات یوم الثلاثاء لثلاث عشرۃ خلون من ربیع الثانی سنۃ تسع وعشرین ومأتہ والف [۱۸]

۱۳ ربیع الثانی بروز سہ شنبہ ۱۲۲۹ھ کو وفات پائی۔

صاحب تذکرہ علمائے ہند لکھتے ہیں:

بروز سہ شنبہ سیزدہم ربیع الثانی یک ہزار و دوصد و بست و نہ ہجری رحلت فرمود [۱۹]

۱۳ ربیع الثانی بروز سہ شنبہ ۱۲۲۹ھ کو وفات پائی۔

ڈپٹی امیر حسن صدیقی اپنی بیاض میں لکھتے ہیں:

قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خاں بہادر مغفور نہایت زبردست فاضل اور بڑے ادیب، بلیغ اور

---

۱۷ سفرنامہ لندن ص ۳۷۰ — تذکرہ مشاہیر کاکوری، ص ۳۲۷

۱۸ نزہۃ الخواطر، ج ۷، ص ۴۹۸

۱۹ تذکرہ علمائے ہند، ص ۲۳۵

صاحب تالیفات گزرے ہیں۔ ترجمہ فارسی ہدایہ کا جو بحکم گورنمنٹ کیا گیا تھا، آپ کی مشہور و یادگار تالیف ہے۔ 'جب کلکتہ میں صدر عدالت قائم ہوئی آپ اودھ کے علما میں بذریعہ نواب آصف الدولہ اودھ منتخب ہوکر حسب الطلب گورنر جنرل کلکتہ بھیجے گئے۔ عہدۂ قاضی القضاۃ بنگال اور ممالک مغربی و شمالی پر مامور ہوئے اور پچیس برس تک اپنی خدمت کو نہایت اعزاز اور نیک نامی کے ساتھ انجام دیا۔ آخر عمر میں پنشن حاصل فرما کر روانہ ہوئے اور بنارس میں پہنچ کر ۳ ربیع الاول ۱۲۲۹ھ کو انتقال فرمایا' اور مقام فاطمین میں دفن ہوئے۔[۲۰]

آپ کی وفات پر مختلف لوگوں نے قطعۂ تاریخ کہے تھے جن میں سے منشی فیض بخش علوی کاکوروی مؤلف "تاریخ فرح بخش" اور مولوی فتح علی جون پوری کے درج ہیں :

چو گم شد نجم ثاقب از نظر ہا   بہ جنت بے تامل گشت موجود[۲۱]
بجستم سال فوت او ز ہاتف   شدہ روشن از او فردوس فرمود
۱۲۲۹ھ

مولوی فتح علی جون پوری کے کہے ہوئے دو قطعات درج ذیل ہیں :

خان والائے محمد نجم دیں قاضی قضات   ہم محاسب ہم مہندس ہم فقیہ و ہم حکیم
چوں سفر کرد از جہاں تاریخش از رہ حساب   از ہمہ الفاظ برآورد ایں طبع سلیم
ہر چہ خواہی گیر از الفاظ اعدادش بزن   در نود پس دوازدہ افزائے بروے اے فہیم
طرح کن نہ گاں و باقی کن دو چند و نہ بدہ   یک بیفزا و مضاعف کن کہ گردد مستقیم
نہ بنہ در اولش بر خور کہ تاریخش بود   ایں چنیں تاریخ الہام است از رب کریم[۲۲]
بحر حکمت شمس ملت نور دیں قاضی قضات   چونکہ در باغ جناں با حور عین ہم دوش گشت[۲۳]
سر فرو بردم پئے تاریخ و در گوشم رسید   علم و فضل و درس و زہد و دیں ہمہ پوش گشت

---

۲۰ بیاض، ص ۳۸۲

۲۱ تذکرہ مشاہیر کاکوری، ص ۴۳۷-۸

۲۲ مفتاح التواریخ، ص ۳۷۷

۲۳ تذکرہ مشاہیر کاکوری، ص ۴۳۸ — تذکرہ علمائے ہند، ص ۲۳۵

اولاد

قاضی نجم الدین کے چار صاحب زادے تھے جو سب کے سب آپ کے آئینہ کمال اور الولد سرّ لابیہ کی صحیح و بیّن تصویر تھے۔ تذکرہ علمائے ہند کے مولف نے جو یہ لکھا ہے کہ آپ کے تین صاحب زادے ہوئے درست نہیں ہے[43]

ممتاز العلما قاضی محمد سعید الدین خاں بہادر: ۱۱۸۰ھ / ۱۷۶۶ء میں کاکوری میں پیدا ہوئے، منشی فضل بخش کاکوروی نے "روز نیکو سعید پیدا گشت" سے مادۂ تاریخ نکالا۔ تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد ملا قاضی القضاۃ اور ملا عماد الدین لبکنی، مولوی فضل اللہ نیوتنی سے حاصل کی۔ باطنی تعلیم میں شاہ بدر علی صاحب خلیفہ شاہ محمد کاظم سبز پوش کے شاگرد اور مرید ہوئے۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد قاضی مقرر ہوتے۔ تمام اضلاع کا دورہ کرتے تھے۔ بغیر آپ کے فتوے کے فوجداری مقدمات کے حکم کا نفاذ نہیں ہوتا تھا۔ اپنے علم و فضل، معاملہ فہمی، ذکی الطبعی کی بنا پر حکام اعلیٰ کی نظروں میں بڑی وقعت تھی۔ ۱۵ شعبان ۱۲۲۱ھ سال یکم جلوس کو ابو النصر معین الدین اکبر شاہ ثانی نے ممتاز العلما و خاں بہادر کا خطاب دیا۔ پھر اپنے تقویٰ و دیانت داری کی بنا پر انگریزی حکومت کی جانب سے خورد سال نواب فرخ آباد کے یہاں چھ سو روپیہ ماہوار پر نائب مقرر ہوئے۔ شعر و سخن کا ذوق بڑا اعلیٰ تھا۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ۲۱ ذی الحجہ ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۶ء کو کاکوری میں وفات ہوئی اور اپنے مکان محلہ قاضی گڑھی کی پشت پر دفن ہوئے۔ مولوی محی الدین خاں ذوقی (م ۱۳۰۳ھ) بن مفتی حکیم الدین خاں بن قاضی القضاۃ نے تاریخ کہی۔[44]

افسوس صد افسوس کہ از باد حوادث	شد آتش گل سرد و بہار چمن افسرد
یعنی ز غم نور شبستان کمالات	چوں شمع سحرگاہ دل انجمن افسرد
زیں واقعہ دیدیم کہ کشیدیم نتواں گفت	کاہید ز غم جان و دل پر محن افسرد
ہر قطرۂ مژگان ترم آب گہر ریخت	چوں گرمی اشک آتش لعل یمن افسرد

---

[43] تذکرہ علمائے ہند، ص ۲۳۵

[44] تذکرہ مشاہیر کاکوری، ص ۹۳-۱۸۹ — سفرنامہ محمد علی مسیح الدین خاں، ص ۳۵۲

از فرط غم و درد رقم سال وفاتش — شد وائے کہ ہنگامۂ بزم سخن افسرد

مفتی حکیم الدین خاں : آپ قاضی القضاۃ کے دوسرے صاحب زادے تھے۔ ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء کو کاکوری میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بھی جملہ علوم کی تکمیل اپنے والد، ملا عماد الدین لبکنی اور مولوی فضل اللہ نیوتنی سے کی۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر (م ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء) سے بیعت کی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد محکمہ ججی میں سررشتہ دار ہوئے۔ پھر صدر امینی کے عہدے پر مامور ہوئے۔ اس کے بعد عہدۂ صدر الصدوری سے پنشن لے کر کاکوری میں مستقل قیام کیا۔ مطالعے کا بہت شوق تھا، ایسا کہ انتقال کے وقت بھی ہدایہ کی شرح فتح القدیر پاس تھی۔ ۱۰ جمادی الاولیٰ بروز شنبہ ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۳ء کو وفات پائی اور اپنی والدہ کے حظیرہ واقع محلہ کھاری کنواں چاند محل کاکوری میں جانب مغرب دفن ہوئے[۲۶] آپ کے صاحب زادے محی الدین خاں ذوق نے تاریخ کہی:

الحق آں قبلہ دیں قدوۂ خاصانِ خدا — زیں جہاں بار سفر بست سوئے دار بقا
۱۲۶۰ف — ۱۸۵۳ء
کلک ما سال وفاتش بہ صد آلام بگشت — روز شنبہ دہم از شہر جمادی الاولیٰ
۱۲۶۹ھ

سمت ۱۹۰۹

قاضی علیم الدین خاں : خلف سوم قاضی القضاۃ صاحب، اپنے عہد کے ایک جید عالم تھے، کتب درسیہ کی تکمیل اپنے والد ماجد، مولانا عبد الواجد خیرآبادی، مولوی فضل اللہ نیوتنی اور ملا عماد الدین لبکنی سے کی۔ کچھ عرصہ عدالت میں مفتی رہے، پھر قاضی ہو گئے، جس وقت قضا کا محکمہ تخفیف میں آیا تو اپنی دیانت داری، ذہانت و ذکاوت، قوت استعداد کامل اور حسن کارکردگی کے صلے میں صدر اعلیٰ مقرر ہو گئے۔ بیشتر وقت مطالعے میں صرف ہوتا تھا۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندرؒ سے بیعت تھے۔ ۱۷ ماہ ذی الحجہ ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۲ء کو کاکوری میں وفات پائی اور اپنے بھائی مفتی حکیم الدین خاں کے پہلو میں دفن ہوئے۔[۲۷]

مفتی خلیل الدین خاں بہادر سفیر شاہ اودھ خلف چہارم : آپ ۱۲۰۳ھ/۱۷۸۸-۹ء کو کاکوری میں پیدا ہوئے۔ بدو شعور ہی سے بہت ذہین و طباع تھے۔ کچھ درسی کتابیں اپنے والد ماجد سے اور متوسطات اور انتہائی کتب مولوی روشن علی جون پوری سے پڑھیں۔ اپنے والد کے ہمراہ کلکتہ میں بھی رہے جب

---

[۲۶] سفرنامۂ لندن، ص ۲۷۲ — تذکرہ مشاہیر کاکوری، ص ۱۳۲

[۲۷] ایضاً، ص ۲۷۳ — ایضاً ص ۹-۲۸۸

قاضی القضاۃ صاحب نے کتاب الجنایات والجرائم فتاویٰ عالم گیری کی شرح بسیط گورنر جنرل کے حسب فرمائش مرتب کی تو آپ نے بھی ممبر کونسل مسٹر ہاکنگٹن کی فرمائش پر جو قاضی القضاۃ صاحب کے علوم عربیہ میں شاگرد تھے، باب التعزیرات دُرالمختار کی شرح فارسی میں لکھی۔ یہ دونوں شرحیں گورنر جنرل کے حکم سے طبع بھی ہوئی تھیں۔

عربی کی نثر نگاری میں بڑا ملکہ تھا۔ سفرنامے میں اس سے متعلق ایک دلچسپ قصہ بھی مذکور ہے۔ علم حکمت و ریاضی اور ہیئت میں اپنا مثل نہ رکھتے تھے۔ حکام اعلیٰ کی تحریک پر بطور ضلع کان پور میں عہدۂ افتا پر مامور ہوئے۔ اپنی اقبال مندی کی وجہ سے ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۵ء میں بعمر ۳۸ سال غازی الدین حیدر (۱۸۱۴ء تا ۱۸۲۷ء) کے عہد میں پانچ ہزار روپیہ ماہوار پر عہدۂ سفارت پر مقرر ہوئے بہت سے رفاہ عام کے کام کیے۔ باوجودیکہ حکیمانہ طبیعت تھی، تقویٰ و زہد میں اپنے عہد میں یگانہ تھے۔ آپ کی تصانیف بھی ہیں:

۱۔ شرح باب التعزیرات درمختار بزبان فارسی

۲۔ رسالہ در تحقیق مرض ہیضہ بزبان عربی

۳۔ مرآۃ الاقالیم قواعد فن ہیئت میں فارسی زبان میں غازی الدین حیدر کی فرمائش پر تحریر کی۔

۴۔ رسالہ در بیان جغرافیہ طرق و شوارع احاطہ اودھ بزبان فارسی

۵۔ رسالہ طول البلد و عرض البلد و غایۃ النہار

بیعت حضرت شاہ میر محمد قلندر (م ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء) برادر خورد حضرت شاہ محمد کاظم قلندر سے تھے۔ ۱۵ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء کو ۸۰ سال کی عمر میں کاکوری میں وفات پائی اور خانقاہ کاظمیہ کے نزدیک اپنے باغ میں مدفون ہوئے۔

قطعہ تاریخ وفات مولوی محی الدین خاں ذوقی نے کہی:

فغاں کامروز مولانا خلیل الدین ذوقا   نہادہ داغ حسرت بر دل آں ہم جلیل ما[28]
بسال رحلتِ آں خلد منزل زد رقم کلکم   بلے گلچیں ز انوار جناں آمد خلیل ما

۱۲۸۱ھ

---

۲۸ سفرنامۂ لندن، ص ۳۴۵ — تذکرہ مشاہیر کاکوری، ص ۵۱-۱۲۶

تصانیف

قاضی القضاۃ مولانا نجم الدین علی خاںؒ نے درج ذیل تصانیف اپنی یادگار چھوڑیں۔

۱۔ شرح کتاب الجنایات والجرائم فتاویٰ عالمگیری : یہ بسیط شرح آپ نے نواب گورنر جنرل کی ایماء فرمائش پر لکھی تھی، تمام انگریزی عدالتوں میں جس قدر فیصلے ہوتے تھے وہ سب اسی شرح کی بنا پر ہوتے تھے۔ یہ شرح سرکار انگریزی کے حکم سے کلکتہ میں فارسی زبان میں طبع ہوئی تھی۔

۲۔ رسالۃ الستۃ الجبریہ فی الجبر والمقابلۃ : اس رسالے میں اہم مسائل جبر و مقابلہ کا حل لکھا ہے اور خود ہی اس رسالے کی فارسی شرح بھی لکھی جو مع اصل متن کے کلکتہ سے طبع ہوئی۔

۳۔ رسالہ در بیان سعد و نحس۔

۴۔ رسالہ در بیان تناسب اعضائے انسانی۔

۵۔ شرح اخلاق جلالی

۶۔ رسالہ انساب

۷۔ کشکول موسومہ بہ بیاض رشک ریاض : یہ غیر مطبوعہ رہی۔ سفرنامہ لندن کے مولف لکھتے ہیں کہ افسوس ہے یہ بیاض چھپ نہ سکی ورنہ بڑی مفید عام تالیف ہوتی کیونکہ اس میں متعدد علوم و فنون کے بہت بسیط مضامین و مباحث درج ہیں۔ آپ کے عربی و فارسی اشعار اور قصائد بھی درج ہیں۔ اس بیاض کو ۱۵ محافل پر منقسم کیا ہے۔ مثلاً محفل اول علم تفسیر سے متعلق، محفل دوم علم حدیث سے متعلق ہے الخ۔ ان تصانیف و تالیف کے علاوہ معقولات کی کتابوں پر آپ کے حواشی بھی ہیں۔

عربی نثر نگاری بھی بے تکلف کرتے تھے۔ عربی میں ان کا ایک مقالہ جو انھوں نے شاہ غلام قطب الدین الہ آبادی[۵۲۵]

---

۵۲۵ شاہ غلام قطب الدین الہ آبادی، مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی کے بیٹے اور مولانا شاہ خوب اللہ الہ آبادی کے پوتے تھے۔ یکم محرم ۱۱۳۸ھ (۱۷۲۵ء) کو پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری کی تعلیم مولانا برکت اللہ الہ آبادی سے حاصل کی۔ اپنے والد مکرم مولانا محمد فاخر کے مرید اور خلیفہ تھے۔ مثنوی نان و قلیہ (در جواب نان و حلوہ) اور بستان الحنفیہ نیز ایک فارسی دیوان ان کی یادگار ہیں۔ حج بیت اللہ کے لیے گئے تھے کہ عمرہ کر کے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ جب مقام تنعیم پر پہنچے تو ذیقعدہ کی آخری تاریخ ۱۱۹۸ھ کو وفات پا گئے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی قبر کے داہنی جانب مدفون ہوئے۔ مولانا نجم الدین نے ان پر عربی میں دردناک مقالہ لکھا اور ان کی تاریخ وفات بھی نکالی۔

کی وفات پر لکھا، نواب رضا حسن خاں علوی کاکوروی[۳۰] (۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء تا ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء) نے مطارح الاذکیاء و ہدایۃ الاحباء میں (صفحہ ۷۷ تا ۸۰) نقل کیا ہے۔ اس مقالے سے جہاں نثر نگاری پر ان کی قدرت کا اندازہ ہوتا ہے وہاں یہ بھی پتا چلتا ہے کہ تاریخ گوئی میں وہ کتنا ملکہ رکھتے تھے۔

تعمیہ سے تاریخیں ایسی عمدہ تالیف کرتے تھے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ نمونۃً دو مزید درج ہیں:

آپ کے شیخ طریقت حضرت کلید عرفاں سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی اور ان کی اہلیہ صاحبہ کا وصال ایک ہی روز اور ایک ہی وقت ہوا[۳۱] مولانا نجم الدین نے فاسکن انت و زوجک الجنۃ ابداً سے سنہ وفات ۱۱۵۶ھ نکالا۔ شاہ باسط علی قلندر الہ آبادیؒ اور اہلیہ صاحبہ کے مزار کے سرہانے یہی تاریخ بخط نسخ لکھی ہوئی ہے۔

حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کاکوروی ان کے برادر طریقت کا ۱۲۲۱ھ میں وصال ہوا، جس پر انھوں نے بہ تعمیہ تاریخ نکالی ھو خالد فی الجنات[۳۲]

شاعری

قاضی القضاۃ نے اپنے صاحب زادوں اور مسبوق الذکر تالیفات کے علاوہ اپنا عربی و فارسی کلام بھی اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ ان کو عربی و فارسی دونوں زبانوں میں یکساں قدرت حاصل تھی۔ ان کا کلام شوخی، لطافت، رقت قلب، سلاست، برجستگی اور ان کے ذوق سلیم کا ترجمان ہے۔

معاصر علما کے نزدیک ان کا مقام بہت بلند تھا۔ چنانچہ شیخ احمد یمنی شروانی لکھتے ہیں:

"وھو ھذا قاضی القضاۃ الامجد محمد نجم الدین خاں نجم الہدایت الثاقب مظہر المکارم والمناقب غطمطم العلوم العقلیۃ والنقلیۃ وسفینۃ النجات

---

[۳۰] نواب رضا حسن خاں سے متعلق احقر کا مضمون "ایک جواں مرگ گم نام فاضل اجل رضا حسن خاں علوی کاکوروی" ماہنامہ "برہان" ندوۃ المصنفین دہلی ماہ نومبر ۱۹۸۳ء ملاحظہ ہو۔

[۳۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اذکار الابرار۔ مولانا شاہ تقی حیدر قلندر علوی، خانقاہ کاظمیہ کاکوری، ص ۳۰۸

[۳۲] اذکار الابرار، ص ۳۵۴۔

لمن اھتدی بانجم فضائلہ الجلیلہ، فشاردۃ شذور العسجد و نُظامہ من وقف علیہ لم یلبھج لغیر الصلوٰۃ والسلام علی محمد[۵۳]

قاضی القضات بزرگ محمد نجم الدین خاں رشد و ہدایت کے نجم ثاقب ہیں۔ مکارم و مناقب کے مظہر، علوم عقلیہ نقلیہ کے بحر زخار اور ان کے فضائل جلیلہ کے ستاروں سے ہدایت چاہیں۔ ہدایت اور نجات کا سفینہ ہیں، ان کی نثر سونے کے بیش قیمت ریزوں کے مانند ہے، ان کی نظم ایسی ہے کہ جو کوئی اس کو پڑھتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے بغیر نہیں رہتا۔

---

۵۳ حدیقۃ الافراح، شیخ احمد الیمنی الشروانی، ص ۴۸ - ۴۴۷

(بقیہ رسالہ در زمان و مکان)

ہزار برس رہی، جیسا کہ حق تعالیٰ نے چاہا۔ اور اگر بفرضِ محال وہ پلک جھپکنے میں آجاتی تو یہ خلافِ ارادہ اور "کن فیکون" کے برعکس ہوتا۔

اور یہ جاننا کہ وہ ذاتِ باری عزّ اسمہ ازلی اور ابدی طور پر، بغیر کسی انقطاع کے، تکلم فرمانے والا ہے ہر چند اس سبحانہٗ تعالیٰ کا کلام ایک ہی ہے، جو کثرت، تجدد، اجزا اور تفکر کے بغیر ہے، اور اس قسم کے معلوٗ حقائق کو پہچاننا درحقیقت بصیرتوں کے مشاہدات پر موقوف ہے، لیکن پہلے ایمان کے ساتھ قبول کرنا فرض ہے، تاکہ آخر میں مختلف قسم کے تصفیہ و تزکیہ کے ساتھ، صاحبِ شرع، صلوات اللہ و سلامہٗ علیہ کی پیرو کے نتیجے میں روشن اور آشکار ہو جائے۔ اور اس بحرِ بیکراں کی تہ میں عرفان کے بے شمار موتی چھپے ہوئے ہیں۔" واللہ سبحانہ ... والتحقیق۔" [اور اللہ پاک ہے، وہ اہلِ مجاہدات کی مکاشفات کے راز کی طرف، اور اہلِ شوق کی ذوق کے گھاٹوں یعنی راستوں کی طرف رہنمائی فرمانے والا ہے۔ اور سب توفیق اللہ سبحانہٗ ہی کو ہے۔ وہ (صاحبِ عزت و عظمت) ہدایت و تحقیق کا دوست ہے]۔